اسلامی دنیا

چیف ایڈیٹر
حسن افضل بدر

چندہ سالانہ — صہ
بیرون ہند سے — ۸ عہ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

اسلامی دنیا

زیر سرپرستی

حضرت قمر العلماء لسان الملت ناصر الشریعت ثقتہ الاسلام مولانا مولوی محمد لقاء علی صاحب حیدری مدظلہ العالی

زیر حمایت

حضور عالی امیر الامراء ہز ہائی نس نواب سر واصف علی میرزا بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کے۔ سی۔ وی۔ او نواب بہادر آف مرشد آباد دوام اقبالہ

چیف ایڈیٹر
حسن افضل بدر

نمبر ۴ لغایتہ ۶ بابتہ ماہ اگست لغایتہ اکتوبر ۱۹۴۳ء جلد ۱

نقد و تبصرہ

(۱) ہم کسی گزشتہ اشاعت میں نقد و تبصرہ کے متعلق اپنی ناقص رائے پیش کر چکے ہیں جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں
ہے۔ ہمارے دفتر میں متعدد کتب و رسائل موجود ہیں جن پر اب تک تبصرہ نہیں ہوا ہے۔ ہم ان تمام حضرات سے معذرت خواہ
ہیں جنھوں نے از راہ کرم جواہر ریزے ہمارے یہاں بغرض ریویو بھیجے تھے۔ آج ہم ان میں بعض کے متعلق کچھ عرض
کرینگے اور باقی انشاء اللہ تعالیٰ اشاعت آیندہ میں۔ جس دور ابتلا سے دنیا اس وقت گزر رہی ہے وہ عالم آشکارا ہے۔ کسی تفصیل
کا محتاج نہیں ہے فتنہ و فساد۔ خونریزی و سفاکی۔ ظلم و ستم۔ جبر و تعدی ہونا کہ [illegible] کی جس قدر داستانیں آج تک
صفحہ تاریخ پر آچکی تھیں موجودہ حالات نے ان سب پر پانی پھیر دیا اور [illegible] تک جس قدر روایات بیان کی
جا چکی ہیں وہ موجودہ حالات کے مقابل خردل او خرمن کے مقابلے بھی نہیں ہیں۔ اس دور ابتلا میں انسانیت کے
بہی خواہوں کا فریضہ تھا کہ وہ دنیا کے سامنے ایسی چیزیں پیش کرتے.... جو ان کو حق و صداقت۔ ایثار و قربانی خدا
پرستی و برادر نوازی کا بہترین سبق دے سکیں اور ایسی مقدس ہستیوں کو مثال میں پیش کرتے جو عدیم المثال ہوتیں
لیکن جن حضرات کے قلوب درد انسانیت سے خالی اور حق پرستی و صداقت [illegible] سے نا آشنا ہیں وہ کیا کریں۔
مجبور ہیں اور اپنی خامیوں کو پختہ کاری ثابت کرنے کیواسطے جو چاہتا ہے لکھ مارتے ہیں اور ناواقف دنیا کو جہالت
کے تنگ و تاریک قعر میں ڈالتے ہیں۔ ایسی صورت میں یقیناً وہ حضرات قابل مدح ہیں جو انسانیت کی خدمت صحیح
معنوں میں کرتے ہیں اور دنیا کو صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں حضرت مولوی سید قائم رضا صاحب نسیم امروہوی
سے ادبی دنیا کافی روشناس ہے اور جو کسی تعریف کے محتاج نہیں ہیں۔ اکثر و بیشتر اپنے قلمی شاہکاروں کے ذریعہ
سے انسانیت کی بالعموم اور اسلامی دنیا کی بالخصوص خدمت کرتے رہتے ہیں۔ اپنے ایک [illegible] کے ذریعہ سے دنیا
کے سب سے بڑے ہیرو اور اسکے تھوڑے سے ساتھیوں کی مبارک زندگی کے چند ساعات کو اس طرح پیش فرماتے ہیں کہ واقعی
اگر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو فساد پسند انسانوں کی بھی ذہنیت بدل سکتی ہے۔ یہ مسدس جلسہ یادگار حسینی لکھنؤ میں
پڑھا گیا اور اس درجہ مقبول ہوا کہ ہر بند کو بار بار پڑھنے کی فرمائش تھی۔ مسٹر شرف الدین ایڈوکیٹ لکھنؤ جو اس وقت صدر جلسہ تھے۔ [illegible]
میں ایک مقدمہ اس مسدس کے قبل ہے عمدہ لکھائی اور چھپائی کیساتھ اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر شائع ہوا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ ہے جو بلحاظ اسکی

۔۔۔ ادارت ۔۔۔ آپ کی طبیعت میں قدرت نے تحقیق اور تفتیش کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے ۔ آپ قلمی
۔۔۔ آپ ۔۔۔ اپنے ایک مضمون شعبہ کالج نیوز رسالہ ۔۔۔ اور ان کے ادبی اخبار سرفراز
۔۔۔ اس کا عنوان تھا ”تخیل“ میں کربلا کے نقش و نگار“ یعنی غزل کے دامن پر کربلا کی رنگینی“ یہ
مضمون ۔۔۔ عجیب و غریب ادبی انکشاف تھا اور اس ۔۔۔ اس موضوع پر کوئی مضمون آج تک
ادبی دنیا میں پیش نہیں ۔۔۔ رسالہ میں جناب موصوف نے اپنے رہبر کو ایک حد تک مکمل کر کے کتابی
صورت میں پیش فرمایا ہے اور اس کا نام خون شہیداں رکھا ہے اس کتاب میں بدلائل و براہین تاریخی حیثیت
۔۔۔ ت کیا ہے کہ مشرقی زندگی اور ادب پر بالعموم اور بالخصوص غزل پر واقعہ کربلا کا کیا اثر ہوا ہم نے یہ کتاب
۔۔۔ سے آخر تک ۔۔۔ اور ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھی اور بے اختیار جناب شیخ صاحب سے کہنے کو دل
چاہتا ہے کہ ”اس کا ۔۔۔ آمدہ مرداں چنیں کنند“ کتاب اگرچہ کوئی مذہبی کتاب نہیں ہے لیکن واقعہ کربلا کی تاریخ اور
یہی تاریخ ہے جس کو دیکھ کر ہر صاحب دل متاثر ہوگا۔ واقعہ کربلا پر پردہ ڈالنے والے حضرات کی کوششوں پر
پانی پھر جائے گا۔ اس کتاب کے متعلق کچھ لکھنا واقعی منہ چڑھانا ہے اس کی تعریف میں صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں
کہ ۔۔۔ ”یہ کتاب سرفراز پریس۔ نظامی پریس اور صدیق بکڈپو لکھنؤ سے مل سکتی ہے علاوہ
۔۔۔ ورق کے　　لائبریری ایڈیشن کا غذ نہایت عمدہ لکھائی دیدہ زیب اور ان خوبیوں کے باوجود
قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے ہم آئندہ اشاعتوں میں اس کتاب کے بعض اہم اجزا شایع کریں گے مصنف
۔۔۔ چند سرخیاں لکھے دیتے ہیں جس سے اندازہ ہوسکے کہ اس نادر الوجود کتاب میں کیا ہوگا۔ اس میں
۔۔۔ باب ہیں باب اول میں ”تخیل کے اثرات اور عمل“ کے تحت تخیل اور اس کے اقسام درج ہیں جنکی
مختصر تفصیل دیدی ہے اور باب دوم میں ”واقعہ کربلا کے تخیل کی اہمیت“ درج ہے۔ اس باب کے مختلف اجزا پر
روشنی ڈالی ہے۔ صرف ان سرخیوں سے اندازہ ہوسکے گا کہ یہ کتاب ادبی ہے لہٰذا ہر مذہب و ملت کے افراد

جو ادب کے دلدادہ ہوں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

"تاریخ حسینی" حضرت علامہ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ کی کتاب لہوف کا ترجمہ جناب ڈاکٹر مہدی حسین صاحب ایم اے۔ پی ایچ ڈی (لندن) ڈی لٹ (پ س) نے بہترین عنوان سے کیا ہے اس ترجمہ پر مشاہیر کی تقاریظ ہیں اور اگر تقاریظ نہ ہوتیں تب بھی ڈاکٹر صاحب کی اعلیٰ شخصیت اس ترجمہ کی اہمیت کی ضامن ہے۔ صرف چند کاپیاں باقی رہ گئی ہیں واقعات کربلا سے واقفیت حاصل کرنے والے حضرات جو مستند تاریخی مجموعہ اردو زبان میں دیکھنا چاہیں جلد توجہ کریں۔ ورنہ بعد کو افسوس رہے گا ۲۴ صفحے پر ترجمہ ختم ہوا ہے اور قیمت صرف ۸/ ہے

ملنے کا پتہ منیجر حسین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ گزری منصور خاں آگرہ　　خاکسار حیدری

تقریب معیار المراثی

مختلف زمانوں، مختلف ممالک اور مختلف زبانوں میں مرثیہ گوئی کا سلسلہ تاریخ کے صفحات پر نظر آتا ہے جس قدر بھی مرثیے اب تک کہے گئے ہیں بلکہ آئندہ کہے جائیں گے ان سب میں حضرت سید الشہدا علیہ السلام کے متعلق مراثی سب سے زیادہ پُر اثر دردانگیز اور رقت خیز ہیں اور رہیں گے۔
حضرت امام عالی مقام کے مرثیہ گوئی میں مختلف زمانہ میں مختلف زبانوں میں کہنے والے حضرات گزرے ہیں لیکن اردو زبان میں تمام مرثیہ گویوں میں حضرت انیس و دبیر اعلی اللہ مقامہما کے اسمائے گرامی قیامت تک یادگار رہیں گے بعض حضرات نے ان بندگواروں کے کلام کو تقابل کی نظر سے دیکھنے کی کوشش کی اور مولوی شبلی صاحب نے موازنہ انیس و دبیر لکھکر اپنی جودت طبع کا اظہار کیا۔ رد الموازنہ اسکا

اسکا جواب لکھا گیا ہے اس موضوع پر مختلف حضرات نے موافقت اور مخالفت میں مضامین لکھے۔ لیکن ان تمام چیزوں سے حقیقت بے نقاب نہ ہو سکی۔ ہمارے مخلص کرم فرما حضرت مولانا حافظ محمد یوسف جلیخاں صاحب عزیز الملکی سلیمانی زاد شرفہٗ امام مسجد حضرت مولانا صاحب ہے جنہوں نے محنت شاقہ گوارا فرما کے اپنے کمالات علمیہ و فن تحقیق و تفتیش کی مہارت کا اظہار اس صورت سے فرمایا کہ ایک ضخیم کتاب معیار المراثی تالیف فرمائی۔ کتاب کیا ہے در حقیقت دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے ۱۲۳۰ق سے لیکر ۱۹۳۶ء تک شاعری اور مرثیہ گوئی کی تاریخ پر نظر کرتے ہوئے اردو شاعری اور مرثیہ گوئی کا کارآمد تذکرہ ۱۲۰۰ء تا تاریخ امروزہ۔ اس صورت سے فرمایا ہے کہ بے اختیار ادو سے کو دل چاہتا ہے۔ ہم نے اس جواہر ریزی کی طباعت کا اس صورت سے انتظام کیا ہے کہ ایک یا دو جزو ہر ماہ میں ہمارے رسالہ میں شائع کرینگے پہلی قسط میں ٹائیٹل پیج اور فہرست مضامین ہوگی اور اس کے بعد انشاء اللہ ماہ بماہ کتاب شائع ہوگی۔ خریداران رسالہ اسلامی دنیا کے پاس تو یہ ذخیرہ پہونچ ہی جائیگا جو صاحب رسالہ کے خریدار نہوں اور صرف اس کتاب کو حاصل کرنا چاہیں۔ ان کی خدمت میں صرف عہ سالانہ پیشگی وصول ہونے پر ہر ماہ کی شائع قسط بھیجدی جائیگی۔ پہلی قسط ماہ جنوری سنہ ۴۴ میں شائع ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

محمد نثار علی حیدری مسلم مشنری قاضی محلہ بدایوں یوپی

آل انڈیا شیعہ کانفرنس اور علمائے کرام

مندرجہ بالا سرخی کے تحت خادم ملت اسلامیہ کاظم حسین صاحب بنارسی صدر الافاضل پروفیسر جوادیہ کالج و منتظم ادارہ عالیہ اسلامیہ بنارس کا ایک مضمون نظارہ مورخہ ۸ر اکتوبر سنہ ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا۔ مجھے یہ پرچہ بدیر ملا اور اسلئے جواب اس مقالہ کا دیر میں لکھ رہا ہوں۔ لیکن دیر آید درست آید پر نظر کرتے ہوئے جو کچھ میری سمجھ میں آیا لکھدیا۔ خدا کرے جو لکھا ہے وہ سب سمجھیں اور یہ کہنے کو نہو کہ "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی"۔ اخباری دنیا میں میری ساری زندگی ابتک بسر ہوئی ہے۔ یادش بخیر کبھی لکھنؤ تھا اور ہم تھے اور آج ۴۰ سال کے بعد لکھنؤ اور لکھنؤ والوں کے متعلق کچھ لکھنے کو قلم ہاتھ سے اٹھایا ہے۔ مولانا محمد علی صاحب جوہر مرحوم کیساتھ عرصہ تک کام کرنے اور ہمدرد دہلی کی خدمت کا موقع ملا ہے اور اس سے قبل لکھنؤ کے مختلف اخباروں میں بحیثیت معاون کام کیا ہے۔ خود میرا ذاتی ایک اخبار سہ روزہ اخبار لکھنؤ کے نام سے نکل چکا ہے اور عرصہ تک قومی و ملکی خدمت انجام دی ہے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ لکھنؤ کے تمام موجودہ اخبارات عالم وجود میں بھی نہ آئے تھے۔ جناب کاظم حسین صاحب کے اس مضمون کو پڑھکر مجھے بیحد حیرت ہوئی کہ ایک کالم میں تقریباً چہ

کا جمع کرنا واقعی آپ ہی کا کام تھا۔ آپ نے اعلان کیا ہے کہ (۱) "میں علمائے کرام کا نمائندہ نہیں ہوں" (۲) "پندرہ سن شعور سے کانفرنس کا دلی ہمدرد ہوں اور اسکی ترقی و استحکام کیلئے جو کچھ ممکن ہوتا ہے جد و جہد کرتا ہوں" (۳) یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ علمائے کرام آل انڈیا شیعہ کانفرنس سے بے تعلق رہے ہیں اور اس وقت بھی ہیں۔ (۴) میں اس قابل جماعت علماء کے نام و پتہ سے بھی واقف ہوں جس نے اپنی فراست و دور بینی سے شروع ہی میں اس سے الگ رہنے کا پر زور الفاظ میں اعلان کر دیا تھا۔ اور بے خوف و خطر کہہ کر اس کو سقیفہ بنی ساعدہ کہہ دیا تھا (۵) میرے نزدیک یہ جماعت انتہائی احترام و عزت کی مستحق ہے جس نے اپنے عمل اور روحانیت و استقامت مذہب کا عملی ثبوت دنیا و قوم کے سامنے پیش کیا ہے (۶) اب ہر وہ چھوٹے بڑے کثیر التعداد علماء لکھنؤ بدایۃً تو کانفرنس کے ساتھ تھے اور افراد قوم کو اس کی اعانت کی طرف بلایا مگر جلد ہی آہستہ آہستہ اس سے علیحدہ ہونے گئے یہاں تک کہ اب کوئی ذمہ دار عالم و مجتہد شریعت کانفرنس کے اندر موجود نہیں ہے (۷) میں علانیہ کہتا ہوں کہ ان لوگوں کو ایسا نہ کرنا چاہیئے تھا (۸) امسال اجلاس کانفرنس جہاں ہونے والا ہے کہا جاتا ہے کہ اس مقام سے علماء کانفرنس سے علیحدہ ہوئے تھے اور اسکے بعد ہی سالانہ تبلیغی مجالس کی بنیاد ڈالی گئی تھی اسلئے ۲۰ سال کے بعد پھر موقع آیا ہے کہ علماء کانفرنس میں شامل ہو جائیں۔

اسکے بعد کچھ اپنی تجویز اور کچھ قال و قیل کے بعد تحریر فرماتے ہیں (۹) میری رائے ہے کہ اگر کانفرنس ان شرطوں کو پورا نہ کر سکے تو علماء کرام کو اپنے ساتھ کر لینے کا پرانا خیال ترک کر دے (۱) صدارت اجلاس کی تخصیص صنف علماء کے ساتھ کیجائے (۲) تعلیم نسواں کیلئے کانفرنس میں ایک نقطہ نکالا جائے (۳) کانفرنس میں صدر کی شخصی حکومت کو جائز رکھا جائے (۴) سیاسیات اور مذہبیات کی ایک ہی کانفرنس رکھی جائے (۵) کانفرنس میں کوئی بڑا عہدہ کسی ڈاڑھی منڈے کو ہرگز نہ دیا جائے۔ ایک زمانہ گزرا جب ہمکو لکھنے کی عادت ہی نہ تھی بالکل ترک کردہ بنا دیا کرتے تھے۔ اور اب جب سے مختصر نویسی کا نسخہ ایجاد ہوا ہے ہم نے بھی مختصر نویسی پر اختصار کر لیا ہے اسلئے صرف جزء کے اختصار سے کام لینگے۔ خدا کرے ہماری تحریر جناب کاظم حسین صاحب فارسی صدر الافاضل کے ملاحظہ سے گزر جائے۔ اور وہ اس کا کوئی معقول جواب بھی مرحمت فرما دیں۔ اگر جواب سے ہم مطمئن ہو گئے تو صرف شکریہ لکھکر بحث کو ختم کر دینگے۔ ورنہ پھر جو ہماری سمجھ میں آئیگا لکھیں گے۔ جناب صدر الافاضل صاحب کو معلوم ہے کہ ہم عالم تو نہیں ہیں لیکن علم کے آغوش میں پرورش ضرور پائی ہے اور خدا کے فضل و کرم سے عرصہ دراز تک حضرات علمائے اعلام کی نفش برداری کا شرف بھی حاصل رہا ہے جس کے شاہد ہمارے زمانہ کے حضرات سے صرف جناب مولانا سید کلب حسین صاحب عرف کبن صاحب قبلہ ہیں اور وہ ضرور اسکی تصدیق فرما سکتے ہیں۔ جواب (۱) اب جب علماء کرام کے نمائندے نہیں ہیں تو پھر اپنے حضرات علمائے اعلام کی ترک موالات استغفار (۱) وجوہ کہاں سے معلوم کئے۔ مدعا کی پانچویں شق کانفرنس میں کوئی بڑا عہدہ کسی ڈاڑھی منڈے کو ہرگز نہ دیا جائے" آپ نے کس ذمہ داری پر لکھا یا جن حضرات علماء کرام نے کانفرنس سے اس بنا پر ترک موالات فرمائی تھی کہ اس میں ڈاڑھی منڈوں کو آپ کے بقول معزز عہدے دیئے جاتے تھے تو آپ کو ان کے نام تو ضرور معلوم ہونگے۔ ذرا لکھ کر بتا دیجئے کہ ان حضرات نے

بھڑکے گا جو ساتھ اپنا جیواں کی طرف کیجیے   مچائے گا جو گودی میں بچے کو اٹھا لیجیے

فطرت میں ہر اک شے کی پائی گئی آزادی

آزادی نہیں ممکن پہلو میں اگر دل ہے   دل کہتا ہے ہر شے کو یہ میرے ہی قابل ہے

قابل تو ہے مل جانا ہر چیز کا مشکل ہے   مشکل جو ہوا ملنا اب دل ہے کہ بسمل ہے

بسمل جو ہوا دل تو رخصت ہوئی آزادی

رخصت ہوئی آزادی اب کیا کریں مر جائیں   جینے کا نتیجہ کیا من چاہے نہ گر پائیں

مرنا ہے بڑا مشکل اب دل ہی کو سمجھائیں   اے حضرت دل بس اب چھوڑو یہ تمنائیں

چھوڑیں جو تمنائیں حاصل ہوئی آزادی

تیرہ سو برس گزرے اک شخص عرب میں تھا   تھا نام علیؑ اس کا اور دل پہ وہ غالب تھا

خواہش کسی شے کی وہ مطلق نہیں رکھتا تھا   کچھ مل بھی اگر جاتا تو اوروں کو دے دیتا

آزاد تمنا تھا اور ربانی آزادی

دو بیٹے تھے اس کے اک شبیرؑ تھا اک شبرؑ   ان دونوں کو بھی قدرت حاصل تھی یونہی دل پر

آزاد تھے دنیا سے آزادی کے تھے رہبر   ہر شخص سے کہتے تھے مت جان دو دنیا پر

جان دو تو اسی پر دو جس نے تمہیں دنیا دی

شبرؑ تو نہ تھے لیکن شبیرؑ سلامت تھا   اس وقت میں اک ظالم حاکم کا یہ دل چاہا

ویسے تو میں مالک ہوں دنیا کی ہر اک شے کا   ہر شخص کے دل پہ گر قابو ملے ہو اچھا

اس طرح سے میں چھینوں مخلوق کی آزادی

تلوار سے اور زر سے کوشش بہت اس نے کی   اور پیٹ کے بندوں پر کچھ فتح سی بھی پائی

شبیرؑ کی حالت کچھ دیکھی نہ مگر بدلی   تب لکھا یہ حاکم نے لو دولتیں منہ مانگی

پیمانہ ہمرا نبھا اور چھوڑ دو آزادی

شبیرؑ نے یہہ سوچا اس حال میں کیا رکھا   ایمان ہے اگر کامل کیا چیز ہے یہہ دنیا
مالک پہ بھروسہ ہو تو اور کسے کیوں مانگا   لکھ بھیجا کہ میں تو ہوں آزادی کا ہی شیدا

طالب نہیں دولت کا لاکھوں دفعہ ٹھکرا دی

انکار سے ظالم کو غصہ جو بہت آیا   تپتیلے بیاباں میں بچوں کو گھروایا
چھ دن پیاسا مظلوم کو ترسایا   صابر نے مگر ہنس کر ہر بار یہہ فرمایا

میں قول کا صادق ہوں اور حامی آزادی

جنگل میں بہتّر تھے مظلوم کے کل ساتھی   ہر ایک نے جاں دیدی لیکن نہ زباں بدلی
مر کر بھی یہہ شان اپنی سچائی کی دکھلائی   ہر خون کے قطرے سے آواز یہہ آتی تھی

آزاد ہوں میں اب تک تو دشمن آزادی

پامال کئے لاشے خیموں کو جلا ڈالا   بیبیوں کے تو شانے اور بچوں کا گلا باندھا
بیمار تھا اک باقی لوہے میں اسے جکڑا   قیدی کو جو چھیڑا تو وہ بھی یہی چلایا

تم قید جسے سمجھے دراصل ہے آزادی

آزادی کے متوالو اس واقعہ کو سمجھو   اس سچ کے قصے سے سچائی کا گر سیکھو
آزادی اگر چاہو تو جان نہ کچھ سمجھو   ہر بار ظہور حید داس سچے کی جے بولو

سچائی پہ مٹنے کا مفہوم ہے آزادی

میرے عزیز دوست حکیم سید محمود علی خاں صاحب نے جے پور سے مجھے دعوت بھیجی کہ ۱۳-۱۴ رجب کے واسطے آپ
حاضر ہوں اور ایک جلسہ سیرت میلاد مبارک حضرت امیر المومنین میں تقریر کروں۔ اپنی گوناگوں مصروفیتوں کو ناسازی
مزاج کے باوجود میں ۱۲ رجب کو وہاں پہونچا بارش راہ ہی میں بکثرت تھی سبب مجھے جلسے سے روک نہ سکی۔
لیکن حضرت جے پور مجبور رہے اور ۱۳ رکو جلسہ کی بنا نہ ہو سکی۔ سید شبیر حسین صاحب تحصیلدار رامگڈھ نے ۱۴ رجب
کو جلسہ کی بنائی اور بجائے ۱۳ کے ۱۴ رکو اس تقریر کی بنا ہوئی۔ ۱۴ رکو حکیم امیر مومن علی صاحب کے امام باڑہ میں
تقریر ہوئی۔ باوجود موسم کے ناسازگار ہونے کے جلسہ کامیاب رہا اور دوسرے دن کے واسطے امید ہوئی
کہ لوگ بکثرت آئیں گی ۱۵ رکو ایک ہندو بزرگ کی عالیشان کوٹھی میں۔ اچھے دن کے جلسہ شروع ہوا۔ حاضرین
کی تعداد ہزاروں تک تھی۔ ہندو مسلم شیعہ سنی وہابی وغیرہ سب موجود تھے۔ امین الملک حضرت اشرف میرزا اسمٰعیل [illegible]
وزیر اعظم ریاست جے پور اور عالی مرتبت والا شان مرزا محمد رفیع اصفہانی مع چند دیگر معزز ایرانی حضرات
شریک جلسہ تھے۔ مرزا ہندوستان میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ نے ریاست میسور کی وزارت عظمیٰ
کے عہدہ پر عرصہ تک فائز رہ کر امور ریاست کو اس طرح سرانجام دیا کہ عرصہ دراز تک یادگار رہے گا۔
ریاست جے پور کی خوش قسمتی ہے کہ اسے ایسا مدبر ماہر امور ریاست اخلاق کا مجسمہ علم و کمال کی زندہ تصویر
وزیر اعظم ملا اب ریاست اس وزارت عظمیٰ کے عہد میں ترقی کے کس بلند پایہ پر پہونچ گئی۔
ریاست کے تقریباً پچاس ہزار سے بے روزگار و فاقہ میں مبتلا اشخاص برسرکار ہیں اور رفاہ عام کے
کاموں میں اب لوگوں کے واسطے کام نکالے گئے ہیں اور یقیناً اس وقت ریاست جے پور میں لاکھوں
آدمی دعاگوئی میں مصروف ہیں۔ عالی مرتبت مرزا محمد رفیع صاحب اصفہانی کا نام اسلامی دنیا کے صفحات
پر پہلی مرتبہ آیا ہے۔ آپ کی زندگی کا زیادہ حصہ رنگون میں صرف ہوا ہے اور رنگون کی مجلس واضعان قانون
و آئین کے صدر ہونے کے علاوہ قدرت نے آپ کو وہ طاقت گویائی عطا فرمائی ہے کہ سننے والے
نقش حیرت بن جاتے ہیں۔ آپ کی قانون دانی مسلم ہے اور اسی بنا پر آپ کو ریاست جے پور میں دعوت
دی گئی اور چند ماہ سے آپ مصروف ہیں۔ راقم الحروف کو سنہ ۱۹۰۴ء سے آپ سے نیاز حاصل ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۹ پر ملاحظہ ہو)

نذرِ حیدری

(از فاضل مشرقیات پروفیسر واقف صاحب ممبئی)

اے چراغِ فاطمہ بدر الدجےٰ کی یادگار	وان بدن اب بڑھتے ہی جاتے ہیں تیرے جاں نثار
بیکسی تیری محافظ تھی سوادِ شام میں	شمع حق ۔ ہاں اب تو پروانوں کا ہو جائے شمار

اے دلیل حق حقیقت کوش حق بین ۔ حق شعار	ہے فضائے دہر پہ چھائی ہوئی تیری بہار
آج تو دہرا دے ہل من ناصر کی وہ صدا	سیدہ کے لال حاضر ہیں کروڑوں جاں نثار

کربلا والوں سے خطاب

(از جناب سید باحیدر آقا امروہوی متعلم ایم ۔ اے جے پور)

ارض و سماں تمھارا باغِ جناں تمہارا	کیا کچھ نہیں تمہارا جب لامکاں تمھارا
گیتی پہ خوں کے چھینٹے ہیں لالہ زار ایماں	مہکا رہا ہے عالم یہ گلستاں تمھارا
خوشنودیٔ الٰہی آنسو بہا رہی تھی	غربت میں لٹ رہا تھا جب کارواں تمہارا
قرباں ہوکے تم نے قرآں کی لاج رکھ لی	تم اس کے پاسباں ہو وہ پاسباں تمھارا

آفاق کے نفس میں گرمی تمہارے دم سے — افلاک کے جگر میں سوزِ نہاں تمہارا
روکے سے کب رُکا ہے باطل کی سرحدوں میں — سیلابِ حریت ہے ہر دم رواں تمہارا
چمکی جبینِ ایماں سجدوں سے بس تمہارے — اسلام کا نفس ہے شورِ اذاں تمہارا
منظور تھی خدا کو خلقت کی آزمائش — تھا امتحانِ احمد یہ امتحاں تمہارا
ممکن ہے لوٹ دنیا سورج کی سمت لیکن — ممکن نہیں مٹانا نام و نشاں تمہارا

تہنیت ولادت باکرامت جناب مولائے کائنات علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام

(از عالیجناب حضرت عزیز الملک سلیمانی مدظلہ صفی چشتی جے پوری)

(یہ نظمیں جلسہ ۱۳ رجب ۱۳۵۳ھ [illegible] پڑھی گئیں)

نام میں جب سب سے برتر ہیں تو برتر ہیں علیؑ — کام میں جب سب سے بڑھ کر ہیں تو بڑھ کر ہیں علیؑ
روحِ قدرت ہیں علیؑ جانِ پیمبر ہیں علیؑ — خلق میں بعد محمدؐ سب سے بہتر ہیں علیؑ
اشرف المخلوق کا معبد، زچہ خانہ بنا — آنکھ والے ابتدا دیکھیں کہ کس گھر ہیں علیؑ
شادمانی دیکھئے کعبے کی باچھیں کھل گئیں — کھل گیا دیوار سے اعجاز کے در میں علیؑ
نیک طینت نیک نیت نیک طلعت نیک خو — پاک صورت پاک سیرت پاک گوہر ہیں علیؑ
جس کے جوہر مصطفےٰ ہیں وہ عرض ہیں مرتضےٰ — اور عرض ہے جس کا سب خلقت وہ جوہر ہیں علیؑ
جس کی صامت نوع ہے وہ اصل نطق بوتراب — جس سے مشتق سورۃ و آیت و مصدر ہیں علیؑ
حضرت سلمانؓ نے پڑھ کر انبیاء کی سب کتب — کہہ دیا ہر لفظ کے حرف مقدر ہیں علیؑ
ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا زمین فضل کا — آسمانِ علم کے مہر منور ہیں علیؑ

مصرعِ اوّل نبیؐ ہیں مصرعِ ثانی جناب — یک کامل مثنوی کے ساتوں دفتر ہیں علیؑ
آپ سا شاہِ ولایت ہفت کشور میں نہیں — آٹھوں جنت کھل گئیں وہ عدل گستر ہیں علیؑ
کون! یہ قوت دکھائے غیرِ دستِ کبریا — مہد میں اژدر کو چیر ایسے حیدر ہیں علیؑ
اے نگاہِ کفر و ایماں؟ دعوتِ نظارہ ہے — تو نے سمجھی محمدؐ زیرِ چادر ہیں علیؑ
کون پورا بسترِ ہجرت پر آیا جبرائیلؑ؟ — ناپ لو قامت محمدؐ کے برابر ہیں علیؑ
عاشقانِ باوفا کی بھی عجب معراج ہے — قربِ حق میں باہر احمدؐ اور اندر ہیں علیؑ
ایمن اک تشبیہ ہے اور طور اک تلمیح ہے — ہوشِ موسیٰؑ کی قسم تنزیہ منظر ہیں علیؑ
دستِ حق بازوئے احمدؐ تیغِ دیں امت سپر — زوجِ زہراؑ قبلۂ شبیرؑ و شبرؑ ہیں علیؑ
آپ کا ممنونِ احسان آج تک اسلام ہے — فاتحِ بدر و احد احزاب و خیبر ہیں علیؑ
کہہ رہی ہیں صاف تسلیم و رضا کی آیتیں — قاسمِ جنت قسیمِ حوضِ کوثر ہیں علیؑ
مانتے ہیں عرشِ اعظم کو جو فوقِ کائنات ق — اور یہ کہتے ہیں کہ کیا اس سے بڑھ کر ہیں علیؑ
ان سے کہہ دو تفرقہ کیوں؟ فرق کی کیا بات ہے — ہم کہیں کیوں کس سے برتر کس سے کمتر ہیں علیؑ
عرش کے تارے نہ توڑیں فرشِ ہجرت دیکھ لیں — خوابِ راحت سے ذرا چونکیں تو بستر ہیں علیؑ
ہو نہ زحمت تو ذرا اللہ کے گھر تک چلیں — اور دیکھیں کعبہ میں کس منزلت پر ہیں علیؑ
صاحبِ معراج کے کاندھوں پہ ہیں کس کے قدم — کہیئے فرقِ عرش کے تابندہ افسر ہیں علیؑ
تیرہ[۱۳] ستائیس[۲۷] میں بس چودہ[۱۴] دن کا فرق ہے — چار دہ[۱۴] معصوم میں اللہ اکبر ہیں علیؑ
یہ حدودِ شرح کی تہذیب کا ہے اکتساب — مہرِ قدرت ہیں محمدؐ ماہ پیکر ہیں علیؑ

سلام

(از علامہ جناب نواب عباس یار جنگ بہادر رشید ابن جعفر نواب تراب یار جنگ بہادر سعید دام اقبالہم جاگیردار حیدرآباد دکن)

پست ارمانوں کے مٹنے کا سماں دیکھا کیے — دیر تک شبیرؑ روئے نوجواں دیکھا کیے

آرزو عباس کے دل میں جو تھی پوری ہوئی — مرتے دم بھی چہرۂ شاہ زماں دیکھا کیے

حشر میں پہنچا تو بولے آفتاب حشر کو — سب میرے سینہ پہ ماتم کا نشاں دیکھا کیے

ہر قدم پر کربلا سے شام تک نیزے پہ شاہ — ہائے کس حسرت سے صبر ناتواں دیکھا کیے

بعد اکبر کچھ نہ سوجھا جب تو شاہ کربلا — سر جھکا کر دل پہ داغ نوجواں دیکھا کیے

شہ کے غم میں ہو گئے جب منتشر اوراق گل — ہر درخت کربلا کی داستاں دیکھا کیے

ناخدائے کشتی امت تو تھے لیکن حسینؑ — چادر زینبؑ میں شامل بادباں دیکھا کیے

جو مجسم نور تھے امت کی خاطر اے رشید
شام کے زنداں میں کیا تاریکیاں دیکھا کیے

(نوٹ: پریس کی متواتر دقتوں کی وجہ سے رسالہ بے حد دیر میں شائع ہو رہا ہے۔ اب آئندہ پرچہ [illegible] ماہ میں شائع ہوگا [illegible] جو نظمیں درج تھیں وہ بے حد [illegible] نہ ابھر سکیں۔ ان نظموں کا بقیہ حصہ اشاعت آئندہ میں شائع کیا جائیگا۔ [illegible] نظم کے چند شعر رہ گئے۔ بقیہ صفحہ [illegible] پر ملاحظہ ہوں۔ (مدیر)

گرچہ ہیں شاہ ولایت بادشاہ دوجہاں　　قانع و شاکر مگر نان جویں پہ ہیں علیؑ
جان کی بازی لگا کر سو گئے ہجرت کی شب　　موت کی پروا نہ کی ایسے دلاور ہیں علیؑ
ناصر دین الٰہی قاسم نار و جناں　　حامیٔ امت شفیع روز محشر ہیں علیؑ

کچھ نہیں دشوار آغا مومنوں کا داخلہ
گلشن فردوس کے سردار و سرور ہیں علیؑ

حکیم سید مومن علیخاں صاحب شوق رئیس جے پور

خانہ زاد کبریا اللہ اکبر ہیں علیؑ　　جلوۂ نور خداوندی کے مظہر ہیں علیؑ
آسمان شرع کے ماہ منور ہیں علیؑ　　نفس پیغمبر ہیں بیشک سب سے بہتر ہیں علیؑ

ہادی برحق شفیع روز محشر ہیں علیؑ
مالکِ تسنیم ہیں ساقی کوثر ہیں علیؑ

انجمن میں ہر طرف صلِّ علیٰ کی ہے پکار　　وجد کا عالم بھی ہے پہلو میں دل ہے بے قرار
بادۂ کوثر کی خوشبو لیکے آئی ہے بہار　　میکشوں میں ہے فقط پیرِ مغاں کا انتظار

ہادی برحق شفیع روز محشر ہیں علیؑ
مالک تسنیم ہیں ساقی کوثر ہیں علیؑ

یہ وہ صہبا ہے ثناخواں جس کا خود قرآن ہے　　جنتی رہیں پینے والے یہ خدا کی شان ہے
مے پرستوں کا یہی مشرف علی الاعلان ہے　　لطف ساقی سے دین اور میکشی ایمان ہے

ہادی برحق شفیع روزِ محشر ہیں علیؑ
مالکِ تسنیم ہیں ساقیِ کوثر ہیں علیؑ

کون ہو ساقی ہمارا یہ بھی کچھ معلوم ہے — نائبِ خیر الورا ہو خلق کا مخدوم ہے
طیب و طاہر ہے وہ دنیا میں اس کی دھوم ہو — رند بھی ہیں پارسا ساقی بھی خود معصوم ہے

ہادی برحق شفیع روزِ محشر ہیں علیؑ
مالکِ تسنیم ہیں ساقیِ کوثر ہیں علیؑ

الفتِ ساقی سوا یاں دل میں گنجائش نہیں — دل ہے پیمانہ تو پھر ایمان میں لغزش نہیں
بادہ نوشوں کے لئے اعمال کی پرسش نہیں — بے پیئے جامِ مئے حبِ علیؑ بخشش نہیں

ہادی برحق شفیع روزِ محشر ہیں علیؑ
مالکِ تسنیم ہیں ساقیِ کوثر ہیں علیؑ

منقبت میں کس طرح ذکرِ مئے کوثر نہ ہو — بزم ہو ساقی ہو لیکن بادہ و ساغر نہ ہو
دل ہو دلیں آرزوئیں ہوں مگر دلبر نہ ہو — بخشنے والا اگر بخشے تو پھر کیوں کر نہ ہو

ہادی برحق شفیع روزِ محشر ہیں علیؑ
مالکِ تسنیم ہیں ساقیِ کوثر ہیں علیؑ

مست ہیں ہم کہ مئے حبِ علی سے کام ہے — مئے کدہ آباد ہے لبریز دل کا جام ہے
بادۂ کوثر جو پوچھو بس اسی کا نام ہے — فکرِ عقبیٰ ہے کسے کس کو غمِ انجام ہے

ہادی برحق شفیع روزِ محشر ہیں علیؑ
مالکِ تسنیم ہیں ساقیِ کوثر ہیں علیؑ

(بسلسلہ صفحہ ۱۲)
گرویدہ ہے ان دونوں بزرگوں سے اس جلسہ میں ملاقات ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ مجھے خیال بھی نہ تھا کہ جے پور میں ان دو محترم بزرگوں سے ملاقات کا موقع ملے گا۔ دونوں بزرگوار خاکسار سے ملکر مسرور ہوئے اور سر میرزا نے شب کے خاصہ پر مدعو کیا۔ عالی مرتبت میرزا احمد رفیع کو بھی دعوت دی گئی مجھے افسوس ہے کہ میں بدیر پہونچا اور میری وجہ سے معزز میزبان کو زحمت انتظار گوارا کرنا پڑی صحبت نہایت پر لطف رہی ۱۲ بجے شب کے قریب واپسی کا موقع ملا۔ سر میرزا نے ایک مجلد نالۂ حزیں "من کلام جنت آرام گاہ آقا محمد علی شوستری حزیں مرحمت فرمائی اور اپنے دست مبارک سے بنام مولانا نقار علی صاحب از طرف میرزا اسمٰعیل جے پور ۱۰ر جولائی ۱۹۴۳ء" تحریر فرمایا۔ یہ کتاب حضرت علامہ آقائے میرزا عباس شوستری زاد فضلہ، کے مقدمہ کے ساتھ بنگلور میں طبع ہوئی بہترین طباعت ہوئی ہے کے چھاپہ اور بے حد خوبصورت جلد کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ اس مقدمہ کے بعد حمد و نعت و منقبت ہے اور اس کے بعد واقعات کربلا کو ایسے پر زور طریقہ پر نظم کیا ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے ہیں جو فاضل مصنف کے جذبۂ الفت اور خلوص نیت پر دال ہے۔ سردست ہم کتاب مذکور سے حمد و نعت پیش کش ناظرین کرتے ہیں انشاءاللہ آئندہ اشاعت میں جستہ جستہ بعض دیگر حصے پیش کریں گے۔

(خاکسار حیدری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنام خداوند خلاق جاں | خداوند روزی دہ انس و جاں
نگارندۂ نقش ہستی ز کن | ستانیدۂ جاں ز تن بے سخن
فروزندۂ اختر تابناک | برآرندۂ گوہر از تیرہ خاک
خداوند ماہ و خداوند مہر | خداوند ناہید و کیواں سپہر
خدا ایگہ مہر رخشاں از اوست | فروغ رخ ماہ تابان از اوست
فروزاں کواکب ز انوار اوست | چہ ثابت چہ سیارہ زاسرار اوست

باحساں او ہست امیدوار | اگر بندہ ور نامور شہریار
نہ روید گیاہ و نجنبد شجر | بود ہر دو را سوئے حکمش نظر
بحکم تو ہر دم نفس میزنم | بہ آہنگ تو این جرس میزنم
ندارم چہ بودم چہ ہستم کنوں | بود لطف تو بس مرا رہنموں
شد از بار عصیاں مراپشت خم | بہ بخشائے بر حال من از کرم

در نعت سرور کائنات خلاصۂ موجودات محمد مصطفیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ

بہ پاکان درگاہ عالی ہمم | بحق محمد شفیع الامم
شہنشاہ دین شافع المذنبین | رسول خدا سید المرسلین
نہ قحطان و عدنان آہنگ او | نیامد بہ گفتار ہم سنگ او
بہ مدح کسی چوں کشایم زباں | کہ جولاں گہش بود ہفت آسماں
سپے نعت او من چو آرم دلیل | کہ مدحش نمودہ خدائے جلیل
بہ فرمان او انبیائے عظام | نہادہ ہمہ سر علیہ السلام
بہشت از برایش شدہ آراستہ | جہاں بہر او گشتہ پیراستہ
چو او بود مقصود اندر جہاں | بشد خلقت جملہ کون و مکان

وگر نہ نمی گشت برپا سپہر
ندیدے کسے در جہاں ماہ و مہر

فن شعر گوئی ان فنون میں سے ہے جن سے ہمیشہ اہل علم شرفا۔ امرا اور سلاطین کو گہری دلچسپی رہی ہے۔ شاہان دہلی و لکھنؤ و دکن میں بڑے بڑے قدردانان علم و ہنر نظر آتے ہیں اور آج بھی شہر یار دکن خلد اللہ ملکہٗ و سلطانتہٗ خود بہ نفس نفیس اور ان کے شاہزادے بہترین موزوں طبع کے مالک ہیں اور قابل فخر نظمیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ شاہان اودھ کے یادگار اس فن لطیف سے اب بھی دلچسپی رکھتے ہیں اور ہمارے مخدوم پرنس مرزا محمد کاظم علی دام عزہٗ و اقبالہٗ ان چند مقتدر ہستیوں میں سے ہیں جو یادگار سلف ہیں۔ آپ کا کلام جو درج ذیل ہے خود ہمارے بیان کی تصدیق کرے گا آپ کی طبیعت جہاں مشکل پسند واقع ہوئی ہے وہاں جذبات سے مملو اور حقائق کی ترجمان بھی ہے اس مصرعہ طرح پر کہ :-

پائے سجاد میں زنجیر تھی دوہری تہری

آٹھ شعر سلام کے اور ہر شعر اپنے مقام پر قابل داد واقعی آپ کا حصہ ہے۔ ناظرین بغور ملاحظہ فرمائیں۔ آیندہ ہر ماہ میں ہم آپ کے کلام کا نمونہ پیش کرتے رہیں گے۔ (ایڈیٹر)

سلام

شاہ کے قتل کی تدبیر تھی دوہری تہری
فوج کیں سمت بشمشیر تھی دوہری تہری

پائے سجاد میں زنجیر تھی دوہری تہری
پاؤں میں آبلے بھی
ہر قدم فخر روش تقدیر تھی دوہری تہری
کانٹے تلووں میں وہ
زحمت راہ عنا تحریر تھی دوہری تہری

ایک سی میں سپر فلک کے گلے تھے بارہ
بن ظلم گلوگیر تھی دوہری تہری

علی اکبر بھی ہوئے عون و محمد بھی شہید
حسرت زینب دلگیر تھی دوہری تہری

چھید اصغر کا گلا بازوئے شہ قلب علی
تھا بنا نوک سے جو تیر تھی دوہری تہری

لٹ گئیں پردہ نشینوں کی ردائیں
سر پہ یاں چادر تطہیر تھی دوہری تہری

گلشن خلد ملا کوثر و تسنیم ملا
جو ملی حر کو وہ جاگیر تھی دوہری تہری

مرکز تبلیغ اسلام کی اہمیت

اس امر سے کون انکار کر سکتا ہے کہ مسلمانان ہند کے واسطے بالعموم اور فرقہ شیعہ کے واسطے بالمخصوص لکھنؤ صدیوں سے اپنی مرکز رہا ہے۔ تفصیل کا محل نہیں ہے۔ گذشتہ پچاس سال کے عرصہ میں (کم از کم) لکھنؤ نے مسلمانان ہند کی جو دینی امداد کی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اخبار بین حضرات اس سے واقف ہیں۔

ضرورت ایجاد کی ماں ہے

اس مسئلہ سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اقتضار زمانہ کے اعتبار پر لکھنؤ میں مختلف اوقات میں مختلف مذہبی اداروں کی بنا ہوئے اور ہر ادارے نے جیسا جیسا اس کو ترقی کا موقع ملا ترقی بھی کی لیکن اس کے یہہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کہ اب لکھنؤ میں کسی ادارہ کی بنا کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ چاہے سارے ملک کو اس قسم کے ادارے کی احتیاج ہو۔ مختلف اسباب کی بنا پر لکھنؤ کو مرکزیت حاصل رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اگرچہ لکھنؤ کی مرکزیت بہت سے حضرات کو اچھی نہیں معلوم ہوتی لیکن ان کے اچھے نہ معلوم ہونے سے لکھنؤ کی مرکزیت نہیں جا سکتی ندوۃ العلماء کی جس وقت بنا ڈالی گئی تھی۔ اکثر حضرات کو جو اسی قسم کا ادارہ بخیال خود اپنے پاس دوسرے مقامات پر رکھتے تھے۔ ناگوار ضرور گزرا لیکن اسی ندوۃ العلماء نے ایسے مشاہیر علماء دنیا کے سامنے پیش کئے جو لکھنؤ کے باہر والے اداروں کے پیش کردہ علماء سے اکثر و بیشتر خصوصیات کے اعتبار پر بڑھے رہے۔

تبلیغ اسلام کے واسطے اگرچہ دوسرے مقامات پر ادارے بیشتر سے قائم تھے لیکن انکی نوعیت خاص تھی۔ لکھنؤ کے مدبرین نے اس ضرورت کو محسوس کر کے ادارہ مدرسۃ الواعظین قائم کیا جو بفضلہ تعالیٰ گزشتہ ۲۰-۲۵ سال کے عرصہ میں جس قدر اسلامی تبلیغی خدمات انجام دے چکا ہے وہ قابل انکار نہیں ہیں۔

تقریراً و تحریراً اس ادارے نے حفاظت اسلام کے واسطے سینہ سپر کرنے والے مجاہدین تیار کئے اور اس قلیل زمانہ میں جو پرخلوص خدمات اس ادارہ سے وابستہ حضرات نے انجام دیئے ہیں وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ مدرسۃ الواعظین کے بانی جنت آرامگاہ سرکار مہاراجہ بہادر آف محمود آباد مسلمانان عالم کے شکریہ کے مستحق ہیں اور ہر مسلم کا فریضہ ہے کہ ان کی روح پرفتوح کے ایصال ثواب کے واسطے سورہ فاتحہ پڑھے اور ان کے واسطے دعائے مغفرت کرے۔ موصوف نے اس ادارے کی بنا حسب تحریک سرکار شریعت حجۃ الاسلام نجم العلما مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ طاب ثراہ نے اور خزانہ ریاست سے ایک معتد بہ رقم اس ادارے کی جاری کرنے کے واسطے وقف کی۔

سرکار نجم العلما طاب ثراہ کے ذاتی اثر اور ان کے خادموں کی پرخلوص کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ مدرسۃ الواعظین کے مصارف -/۶۵۰۰ عطیہ سرکار مہاراجہ صاحب بہادر اعلی اللہ مقامہ کی بجائے کبھی کبھی -/۳۲۰۰۰ سالانہ تک پہونچے اور مداخل اس سے بھی زائد ہوئے۔ نامساعدت زمانہ کی بنا پر اس آمد و خرچ کا توازن باقی نہ رہ سکا اور رفتہ رفتہ اس میں کمی ہوتی گئی۔ لیکن سرکار نجم العلما طاب ثراہ بہ نفس نفیس وفات سرکار مہاراجہ بہادر کے بعد بھی اسی طرح ہمہ تن مصروف کوشش رہے اور عالیجناب راجہ صاحب بہادر آف محمود آباد نے اپنے والد ماجد علی اللہ مقامہ کے مثل اس ادارہ کے ساتھ دلچسپی باقی رکھی اور آج بھی مدرسۃ الواعظین باوجود کثیر التعداد موانع کے اسلامی خدمت میں مصروف ہے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ سرکار مہاراجہ بہادر آف محمود آباد نے مجھے پٹنہ کے مقام پر غالباً ۱۹۲۷ء میں فرمایا کہ مرحوم کا منشا ہے کہ مدرسۃ الواعظین ہر مذہب کے مبلغین کو تیار کر کے مختلف نقاط ہند میں تبلیغ کے واسطے بھیجے۔ لیکن ایک مرکز میں مختلف عقائد کے حضرات کو تبلیغ کے واسطے تیار کر کے روانہ کرنا فرد ادشوار امر تھا اور افسوس ہے کہ مرحوم اپنی زندگی میں اس مقصد تعین کو حاصل نہ کر سکے۔ سرکار نجم العلما طاب ثراہ نے جو دستور العمل مدرسہ کا تیار کرایا تھا اس میں بھی ایک خصوصی دفعہ اس مضمون کی تھی کہ فرق اسلامیہ میں اتحاد و اتفاق کی لہر دوڑانا مدرسہ کے مبلغین کا فریضہ ہوگا۔ دستور العمل اس وقت میرے سامنے نہیں ہے۔ لیکن اس کے ملاحظہ سے انشاء اللہ تعالی یہی مفہوم ظاہر ہوگا۔

ممکن ہے کہ دستورالعمل کے بعد کو جو ترمیم ہوئی ہو۔ اس میں اس مضمون کی دفعہ ہو لیکن سب سے پہلے جو دستورالعمل شائع ہوا تھا اس میں یقیناً تھی۔ اور بھی ایک اہم چیز تھی جو ہندوستان بھر کے کسی دوسرے تبلیغی ادارہ کو نصیب نہیں ہے اور امید بھی نہیں۔ اس کے واسطے وسعت دل اور وسعت نظر کی ضرورت ہے۔ سرکار نجم العلما رطاب ثراہ کی وفات حسرت آیات کے بعد ان کے جانشین حضرت عماد العلما ر مولانا مولوی سید محمد رضی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی نے اپنے کامل نبض شناس قوم ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے ادارہ مرکز تبلیغ اسلامؑ کی بنا ڈالی جس طرح سرکار نجم العلما رکو ابتدا میں سرکار مہاراجہ بہادر اعلی اللہ المقامہٗ کی زبردست تائید نے ادارہ مدرسۃ الواعظین کے قیام میں مدد دی تھی بالکل اسی طرح جانشین سرکار نجم العلما رطاب ثراکو سرکار مہاراجہ بہادر اعلی اللہ المقامہٗ کے دو فرزندوں کی تائید حاصل ہوئی ان دو بزرگوں مہاراجکمار محمود حسن خاں صاحب بہادر آف بسہا اسٹیٹ اور مہاراجکمار محمد امیر علی خاں صاحب بہادر آف سہالی اسٹیٹ نے ادارہ کے قیام سے اس وقت تک جو قلیل عرصہ گزرا اس میں اس درجہ پر خلوص عملی تائید کی ہے کہ امید کی جاتی ہے کہ مستقبل قریب میں یہ ادارہ اپنے نصب العین کو بہترین عنوان سے حاصل کر سکے گا۔ اس ادارہ کو لکھنؤ اور بیرون لکھنؤ کے ہر طبقہ کے اکابر ملت کی تائید کا شرف حاصل ہے اور اس کی ایک اپیل جو درج ذیل ہے ہمارے اس بیان کی موید ہے۔ اس ادارہ کا نصب العین صرف اس قدر ہے مسلمانوں کے باہمی مناقشات سے قطعاً کوئی تعلق نہ ہوگا بلکہ اس کے دو اہم مقاصد ہیں۔ ایک اتحاد المسلمین اور دوسرے غیر مسلم حضرات میں تبلیغ اسلامؑ ظاہر ہے کہ دونوں مقصد اس درجہ اہم ہیں کہ کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔ میں چونکہ ہمیشہ سے رواداری کے مسلک پر گامزن رہا ہوں مجھے اس خبر نے بیحد مسرور کیا کہ لکھنؤ میں مرکز تبلیغ اسلامؑ کی بنا ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں خدانخواستہ مدرسۃ الواعظین سے تو تصادم نہ ہو۔ کیونکہ اس ادارہ کی تائید کرنے والوں کی فہرست میں ہم نے راجہ صاحب بہادر آف محمود آباد اور مہاراجکمار بہادر آف محمود آباد کے اسمائے گرامی نہ دیکھے لیکن حضرت عماد العلما ر نے مجھے یقین دلایا کہ ان کا یہ ادارہ انشاء اللہ مدرسۃ الواعظین کیواسطے دست و بازو بنکر کام کرے گا اور چونکہ یہ دونوں بزرگ ......

دوسرے قومی اداروں کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔ اس لئے ان کو زیادہ وقت غالباً نہیں مل سکتا۔ سرکار سیدالعلماء کی تحریر نے حضرت عماد العلماء کی تحریر کی مزید اور تشریح بھی کرادی جو اس اپیل کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ اس لئے اب کسی شبہ کی گنجائش بھی باقی نہیں ہے۔ مجھے یہ معلوم کرکے بیحد افسوس ہوا کہ ملک کے بعض گوشوں سے اس ادارہ پر نکتہ چینیاں بھی کی گئیں اور کچھ ایسے شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی گئی جس سے ادارہ کے وقار کو ٹھیس لگے لیکن حضرت عماد العلماء کی تازہ ترین تحریر نے ان شبہ پیدا کرنے والے حضرات کا بھی اطمینان کردیا ہوگا۔ جو نظارہ کی کسی قریبی اشاعت میں شائع ہوئی ہے جو حضرات اس امر کے خواہشمند ہیں کہ مسلمانان ہندوستان میں رواداری کا مادہ پیدا کرایا جائے اور ان کے باہم اشتراک عمل ہو اور فرقہ وارانہ کشمکش سے بری رہیں وہ ضرور اس اسلامی ادارے کیساتھ عملی دلچسپی اور ہمدردی کا اظہار کرنے میں دریغ نہ کرینگے۔ غیر مسلم حضرات کے سامنے بھی ہم اسلام کو صرف اس کی اصلی صورت میں پیش کرنا چاہتے ہیں اور کسی طرح بھی اس کے موئد نہیں ہیں کہ مناظرہ جو دراصل مکابرہ ہوتا ہے کسی حالت میں بھی کیا جائے۔ رفع شک کا موقع ہر شخص کو دیا جائے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا نمونہ زبانی اور عملی پیش کیا جائے۔ انشاء اللہ بہتر سے بہتر نتیجہ ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ۔

(محمد لطافت علی حیدری) (دافل الواعظین)

فرزندان توحید سے ہمدردان اسلام کی اپیل

مسلمانوں کی موجودہ باہمی کشمکش، خانہ جنگی، کفر و ضلالت کی گھنگھور گھٹاؤں کا ہجوم، دشمنوں کی کثرت، دوستوں کی کمی سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔ ہماری تہذیب، ہمارا تمدن، اسلام کی وہ مقدس تعلیم جس کی سنہری کرنوں نے فاران کی چوٹیوں پر چمک کر عالم بھر کو جگمگا دیا تھا۔ ہماری بے توجہی و بے حسی کا ماتم کررہی ہے، ہم میں آج وہ فولادی عزم، وہ بلند حوصلے موجود نہیں رہے۔ جن میں کبھی عمل کی بجلیاں کوندتی تھیں۔ اب ہم ان مضبوط سینوں کے مالک نہیں ہیں جو پہاڑوں کی چٹانوں اور دشمن کے آہنی قلعوں سے بار بار ٹکرا چکے ہیں، ہماری رگہائے گلو میں اب وہ بے چین

ومضطرب خون باقی نہیں، یا جن کی پاک بوندوں نے ہر خشک و تر پر توحید کے نقشے بنا دیئے تھے۔ ہماری ہمتیں فنا ہو چکیں، ہمارا جذبہ قربانی ناپید ہے۔ ایک طرف گمراہی و لامذہبیت کے سیاہ بادل نورانیت کو گھیرنے کے لیے طوفان کی طرح بڑھ رہے ہیں، اور دوسری طرف خود ہماری بے عملی خود فراموشی، آپس کی خونریزیاں زندگی اسلامی جڑوں کو کھوکھل کر رہی ہے، کیا یہ تمام واقعات ہمارا بازو ہلا کر ہمیں چونکا دینے کے لیے کم ہیں، کیا اسلام کی تباہی و بربادی فریاد نہیں کر رہی ہے کہ اٹھو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے اسلام کی نصرت کرو اس کے سفینہ زندگی کو بربادی کے بھنور سے بچا لو۔ اور ایک مرتبہ پھر دنیا کو بتا دو کہ فرزندان توحید ایک جان ہو کر اپنے مستحکم ارادوں سے باطل کے قلعوں میں کیونکر زلزلہ ڈال سکتے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے ان ہی پُر درد اور دلکش حالات کے پیش نظر لکھنؤ میں **مرکز تبلیغ اسلام** قائم ہے جس کا مسلمانوں کے باہمی مناقشات سے قطعاً کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کے دو اہم ترین مقاصد ہیں۔ ایک بین المسلمین اتحاد و اتفاق یعنی مشترک پلیٹ فارم پر مسلمانوں کا جمع ہو کر اپنے عمل سے اتحاد باہمی قائم کرنا جس کی اس پُر آشوب زمانہ میں سخت ضرورت ہے، دوسرے صرف غیر مسلمین خصوصاً آریوں اور اچھوتوں میں خدا کے سچے دین کی تبلیغ کرنا۔ اس ادارے کے باہمت کارکن اپنے دلوں میں اسلامی درد لئے ہوئے تکلیفیں جھیل کر اطراف ملک میں جا رہے ہیں اور اسلام و ایمان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

مرکز تبلیغ اسلام مدنی رسول صلعم کے سچے خدمتگزاروں اور دین حق کے پُر خلوص ہمدردوں کے ایثار و کرم ہی کی امید پر قائم ہے اس لئے ہمدردان دین کا فرض ہوگا کہ وہ ان مبارک مقاصد میں اسکی حمایت کر کے اپنے مقدس مذہب کی خدمت کریں۔ ہمیں برادران دینی کے درد مذہبی اور جذبہ اسلامی سے قوی امید ہے کہ وہ ہماری ہر اس آواز کا ضرور عملی جواب دینگے جو دین خدا کی حمایت کے لیے بلند ہوگی، خدا تمام اہل اسلام کو نصرت مذہب کی توفیق عطا فرمائے۔

الداعی الی الخیر

(شمس العلماء مولانا) سید ابن حسن (مجتہد العصر) (مولانا مفتی) سید احمد علی (مجتہد و پرنسپل ناظمیہ عربی کالج لکھنؤ) (عمدۃ العلماء مولانا) سید کلب حسین (مجتہد و امام جامع مسجد آصفی لکھنؤ) (مولانا) سید محمد (مجتہد و پرنسپل جامعہ سلطانیہ لکھنؤ) (سعید الملۃ مولانا) سید محمد سعید (مجتہد و جانشین سرکار ناصر الملۃ طاب ثراہ) (ظہیر العلماء مولانا) سید محمد رضی (مجتہد و جانشین سرکار نجم الملۃ طاب ثراہ) (نصیر الملۃ مولانا) سید محمد نصیر (فرزند اکبر سرکار ناصر الملۃ

اعلی اللہ مقامہ و پرنسپل شیعہ عربی کالج لکھنؤ) (مولانا) سید محمد (مجتہد) (مولانا) سید احمد (پروفیسر جامعہ سلطانیہ لکھنؤ) (مولانا) سید محمد حسن (مجتہد پروفیسر جامعہ سلطانیہ لکھنؤ) (مولانا) سید علی (مجتہد فرزند حضرت باقر العلوم ؒ) (مولانا سید محمد حسین (مجتہد پروفیسر شیعہ عربی کالج لکھنؤ) (مولانا) سید محمد صادق (نبیرۂ سرکار نجم العلماء طاب ثراہ پروفیسر شیعہ عربی کالج لکھنؤ) (خطیب اعظم مولانا) سید محمد (دہلوی) (مولانا) سید ابن حسن (نونہروی پروفیسر جامعہ سلطانیہ لکھنؤ) (مولانا) حافظ کفایت حسین (پروفیسر ناظمیہ عربی کالج لکھنؤ) (ڈاکٹر مولانا) مجتبیٰ حسن (کاموں پوری) پی۔ایچ۔ڈی جامعہ ازہر مصر و پروفیسر ناظمیہ عربی کالج لکھنؤ) (راجہ سر) سید احمد علی خاں علوی (آف سلیم پور۔ایم۔ایل۔اے ممبر ڈیفنس کونسل وائسرائے ہند) (راجہ) احمد علی خاں (آف حسن پور اسٹیٹ) (مہاراجکمار) محمد محمود حسن خاں (آف بسہا اسٹیٹ) (مہاراجکمار) محمد امیر علی خاں (آف بسہا اسٹیٹ صدر نشر و اشاعت مرکز تبلیغ اسلام لکھنؤ) (نواب) عسکر نواز جنگ (حیدرآباد) (خان بہادر مولوی) سید مہدی حسن الرضوی (ممبر شیعہ سنٹرل وقف بورڈ یو۔پی) (خان بہادر نواب) سید محمد عبد اللہ خاں (رئیس اعظم جانسٹھ ضلع مظفرنگر) (خان بہادر) مولوی سید کلب عباس (جنرل سکریٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس ایم۔ایل۔سی) (مولانا) خواجہ محمد احمد (تاج الافاضل آنریری سکریٹری مجلس علماء شیعہ کالج لکھنؤ) (مسٹر) سید علی ظہیر (بار ایٹ لا) (جوائنٹ سکریٹری بورڈ آف ٹرسٹیز شیعہ کالج لکھنؤ ایم۔ایل۔اے) (پرنس نواب) میر ہمایوں جاہ (سردار) غلام عباس (رئیس دبوعہ جھنگ) (مسٹر) سید حسین (ریٹائرڈ چیف انسپکٹر آف اسکولز حیدرآباد دکن) (حاجی) سید جلال الدین حیدر (ایم۔اے صدر انجمن وظیفہ سادات فنڈ) (حکیم) سید محمد قاسم (مالک دواخانہ معدن الادویہ لکھنؤ سابق ممبر انڈین میڈیسن بورڈ یو۔پی) (نواب مرزا) رضا علی خاں (متولی وقف حسین آباد مبارک لکھنؤ) (شیخ) ممتاز حسین (جونپوری جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس) (نواب) سید محمد رضا عرف ننھے نواب (متولی کربلائے امین الدولہ لکھنؤ) (نواب سید فخر حسین (آف نرہی) (آنریری جنرل سکریٹری مرکز تبلیغ اسلام لکھنؤ) (سید اعظم حسین اعظم (ایڈیٹر روزنامہ سرفراز لکھنؤ) (جناب سید ظفر عباس فضل (ایڈیٹر نظارہ لکھنؤ) (نواب سید افسر حسین (ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی آف نرہی)

نوٹ:۔ گوناگوں دقتوں کی وجہ سے یہ پرچہ نہایت دیر سے شائع ہو رہا ہے۔ ہم معذرت خواہی کے بجائے اظہار افسوس اور شرمندگی کرتے ہیں حضرات ناظرین ہماری معذوریوں اور پریس کی دقتوں پر غور فرما کے تاخیر معاف فرمائیں۔ (مدیر)

مرکز تبلیغ اسلام کی ضرورت

پر

جناب سید العلماء کا ارشاد

تبلیغ مذہب میں جو کوششیں بہت سی غیر مسلم جماعتیں کر رہی ہیں ان کو دیکھتے ہوئے مسلمان بالکل بےحسی اور بے عملی کی تصویر نظر آتے ہیں۔ یہ صرف حقانیت کا جذبہ ہے جس نے اب تک اسلام کے شیرازے کو منظم اور اگر ترقی پذیر رکھا ہے ورنہ افراد مسلمین اپنے مذہب کے لئے ہرگز وہ نہیں کر رہے ہیں جو ان کے شایان شان ہے۔

اسی ضرورت کو محسوس کر کے عرصہ ہوا کہ سرکار استاد علام نجم العلماء طاب ثراہ نے مدرسۃ الواعظین کی بنا رکھی تھی جو باوجود مختلف انقلابات اور ناخوشگوار حالات کے اب تک امکان بھر نصرت دین میں مصروف ہے پھر بھی تبلیغ اسلام کی نوعیتیں اور اس کے مقاصد اتنے وسیع ہیں کہ انھیں کسی ایک طریقہ کار میں محدود نہیں سمجھا جا سکتا۔ بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تبلیغ میں فرق اسلامی میں باہمی تصادم نہو۔ باہمی اختلافات پر اس صورت میں تبادلہ خیالات کیا جا سکتا ہے کہ اغیار کو مضحکہ کا موقع نہ ملے لیکن ایسی صورتیں نہایت افسوسناک ہیں جن سے خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہو اور دشمنان اسلام فائدہ اٹھائیں۔ بعض ارکان ملت کی یہ کوشش نہایت قابل قدر ہے کہ تبلیغ اسلامی کے لئے ایک ایسے مرکز کی بھی تشکیل ہو جو باہمی تصادم اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات سے الگ رہ کر محض حقائق اسلام کو غیر مسلمین کے مقابلہ میں پیش کرے۔

مجھے امید ہے کہ ادارہ اپنے ان مقاصد کے ساتھ قوت حاصل کر کے مسلمانوں کے لئے بہت فائدہ کا موجب ہوگا۔ اور اپنے پیشرو ادارہ مدرسۃ الواعظین کا دست و بازو بن کر مفاد تبلیغ کو زیادہ قوت پہنچائیگا۔ والسلام　　(علی نقی النقوی عفی عنہ)

آئندہ نمبر انشاء اللہ تعالیٰ فروری ۱۹۴۴ء میں باتصویر شائع ہوگا۔ بہترین نظمیں اور اہم مضامین کا مجموعہ ہوگا جو حضرات اردو۔ انگریزی نظم و نثر میں جو کچھ لکھیں فوراً دفتر اسلامی دنیا میں بھیجدیں۔ کیونکہ ابھی کچھ جگہ باقی ہے اور رسالہ ملک کے بہترین ہاتھوں میں پہونچتا ہے۔

(مینجر)

(باہتمام لالہ رام سرن لال رستوگی شانتی پریس بدایوں میں چھپا)

His Children :—He had 19 sons and 18 daughters. His sons were :—

(1) Imam Ali Raza (2) Ibraheem (3) Abbas (4) Qasim (5) Ismail (6) Jafar (7) Hasan (8) Haroon (9) Ahmad (10) Muhammad (11) Hamza (12) Abdullah (13) Ishaq (14) Obeidullah (15) Zaid (16) Hasan (17) Fazal (18) Husain (19) Sulaiman.

His daughters :—(1) Fatima Kubra (2) Fatima Sughra (3) Rukaiya (4) Hakima (5) Rukaiya Sughra (6) Kulsoom (7) Umi-Jafar (8) Libaba (9) Zainab (10) Khadija (11) Aliya (12) Amina (13) Hasna (14) Barihat (15) Umme-Salma (16) Maimoona (17) Umm-i-kulsoom (18) Ummi-Abiha (Irshad Page 330, Elamulwara Page 181)

Note—We awfully regret that owing to unavoidable circumstances coupled with scarcity of paper and press troubles we could not get this issue ready before January 1944. It is hoped we shall be able to publish our next issue in February, it will contain photographs of prominent persons (lovers of Imam Husain) also

Manager.

Printed by B. S. Lal Rastogi at the Shanti Press, Budaun.

His Childhood :—One day Moosa came to a certain place, Imam Jafar asked him to write these words "Always refrain from evils and never intend to do them." Kazim added these words, Whenever you do good to any person, do it much more. Many instances of his keen intelligence may be quoted here but they are omitted for the sake of convenience lest the book should become too voluminous.

His excellence :—Kazim was a keenly learned man. He was much devoted to God and was very much generous.(Sawaiqi Muhriqa, Page 121) He treated his enemies very kindly and bought them off. He helped financially the poor persons of Medina secretly.

The Kings of his time :—During his time, the Abbaside dynasty was at its zenith Abu Mansoor, Mehdi, Hadi and Haroon Rashid reigned during his life time. Hadi imprisoned Kazim, but he released him very soon. When Haroon Rashid became Caliph, people poisoned his ears against Kazim and he imprisoned him for one year. (Sawaiqi Muhriqa, Page 122).

His Piety :—During the period of his imprisonment Haroon Rashid sent a beautiful damsel to test his piety. But Moosa Kazim paid no heed to her and remained indifferent.

His Book :—Allama Chalpi writes, The Best work of Moosa Kazim is his Musnad."

His Death :—While he was in the prison he was poisoned to death at the instigation of Haroon Rashid. His dead body was placed on the bridge of Bagdad. He was buried at Kazimain adjacent to Bagdad.

and black markets flourish inspite of repeated warnings being given Before the situation gets worse the adjustment of the food problem seems to call for early attention to the desirability of the distribution of foodstuffs in each province, town or village on a specified scale of strict rationing. We therefore appeal to the higher sense of justice of the Authorities in view of the pitiable condition of the people to adopt such measures and to take such steps as are calculated to be helpful to the needs and requirements of suffering humanity.

– –

IMAM MOSA KAZIM.

(By M. A. Al-Haj Salmin)

Moosa Kazim was the son of Imam Jafar Sadique. He was **born on the 7th** Safar 128 A. H., at Abwa, and became Imam at **the age** of 20 years. He died on the 25th of Rajab 183 A. H. at the age of 55 in the prison and was buried at Kazmain

His Parentage :—His father was Jafar Sadique and his mother was Hamida, who was the daughter of a holy man named Sad of Barbar.

His Name and titles :—His name was Moosa his nom-de-plume was Abul Hasan, Abu Ibraheem, Abu Ali, Abu Abdullah and his titles were Kazim, Abde Saleh, Wafi, Sabir, Ameen Zahir, Zainul Mujtahideen He prayed to God throughout the whole night and kept fast during the day. He was called Kazim because of his clemency. (Tarikh Khamees Vol. 2, Page 320

an all-parties constitution unanimously agreed upon on the strength of which only can a National Government of India be securely established.

In these days of struggle for existence the devastating effect produced by the economic depression seems to have paralysed the food-producing capacity of India, which is at a standstill on account of the shortage of food and high prices prevailing at the present moment all over the country, which necessitate prompt action being taken to alleviate the sufferings of the people. The unfortunate deplorable war conditions are momentarily increasing the fear of destitution by which the people are continuously threatened from failure of crops as a result of bad monsoon as also due to non-import of rice from Burma and wheat from Australia. The steady rise in prices of all commodities should be brought under control immediately and should be so dealt with as to be of advantage in a manner both gratifying to the people themselves as well as to those under whose protection they live. There is no denying the fact that the troops which have come from overseas have to be supplied with food as well as the Indian Army under arms. But that is no reason to suppose that the people should be deprived of the barest means of subsistence. Hungry mouths, if not properly cared for, are liable to commit such excesses as may prove to be dangerous to the security of life and property. The remedy seems to lie in allowing foodstuffs to be transported from the localities where it may be in abundance to those places where scarcity prevails. This would point to the restriction of the Defence of India Rules being relaxed specially in regard to the transport of foodstuffs by boats, lorries etc., as well as drastic steps being taken to prevent profiteers and their hirelings from exacting a heavy toll by unfair means—the consequence being that prices soar higher and higher

for all time to come by exercising inexhaustible patience and implicit reliance in the coming future for the attainment of our object in view. It would be in the interest of all in India, no matter to what convention they belong, whilst they ponder over developments in the light of day-to-day happenings when the unhappy world is plunged deep in the blood of manslaughter, to believe that to implement friendly alliance between all parties through the medium of tolerance is to resuscitate the dormant spirit of indestructible reunion. Much has been said by some people in favour of Pakistan and its implication, attractive though it might have been so far, it has not been received with acclamation nor, perhaps, judging from the Muslim viewpoint, is it ever likely to find room in the estimation of the entire Muslim community. Be it this or any other cry raised; which possibly strikes at the root of Hindoo-Muslim Unity solidarity, which tends to separate one community from the other, places Indians in a sad predicament and is therefore not commensurate with India's national demand. It is the outcome of narrow-minded statesmanship based on the policy of isolation not conducive to the well-being of united India. No selfish motive ever served a noble sentiment of patriotism which cannot favourably compare with the unwholesome manipulation of a leader's thrifty mind when love for self-aggrandisement seeks for personal gain repugnant to the common interest ef one's own Motherland. Nor can Indians ever hope to reach the ultimate goal towards which they are heading unless and until they advance hand-in hand together in that direction It therefore behoves India to proceed on lines of universal brotherhood observed practially in every other country of the world in pursuance of which the two major communities of India should become unhesitatingly united once and for all, to sink their differences, whatever they may be, in order that nothing may stand in the way of the building up of

terms how eager we are to lend further impetus to the activities of our Hindoo Muslim Unity Association. Being a non party and non political organisation the task it has set itself to perform, *inter alia*, is to harmonise popular belief that it is the policy of conciliation on which the attention of all communities must be focussed if we are destined to live to see the awakening of the dawn of India's emancipation It is intended to embrace in its fold not merely a section of the people of Bengal in particular but to invite Indians in general to co-operate whole-heartedly with it until its self imposed duty relentlessly prosecuted is triumphantly accomplished. To render any service at any time in the cause of humanity is the dispassionate resolve of this Association Though it will never allow itself to be dragged into political controversies relating to party politics or overlook the present deadlock in India, at the same time it cannot but view with growing alarm the disturbing elements which threaten to mar the internal progress of India and the setting up of peaceful and cordial relations between the two great communities upon which the happiness of the people of India so largely depends. On no pretext whatsoever can the prevailing consensus of opinion countenance the creation of the foundation of a divided India on any novel method of individualism In the darkened and gloomy political atmosphere the Hindoo Muslim Unity Association has set out on a mission, bright and clear as crystal, shedding lustre, promising a silver lining meant to drive out rank commu nalism from the unfortunate province which must soon rid itself of the rancid taste of hooliganism to which it has become accustomed. We have had enough of spirited sophism useless blustering and sabre rattling, but now the time has come when the thought that should be uppermost in the minds of the people of BENGAL from one end to another whether Hindoos or Muslims is to cast off the mask of vindictiveness and to stand steadfastly united together

amongst the communities living in India. A printed copy of the Presidential Address delivered by His Highness on the occasion of the Sixth Anniversary Meeting of the Hindu Muslim Unity Association is forwarded herewith which will establish beyond doubt the catholicity of spirit and the nobility of the mind of His Highnes.

Thanking you,

Yours faithfully, Private Secretary.

Dated 12-7-1943

ADDRESS

Delivered at Town Hall on the 11th July, 1943

BY

His Highness

The Nawab Bahadur of Murshidabad,

AMIR-UL-OMRA, K. C. S. I., K. C. V. O.,

President,—All Bengal Hindoo-Musslim Unity Association.

Your Lordship, Ladies and Gentlemen.

It is a matter of pleasure to meet you here again. It is however even a greater satisfaction to me that the reason for convening this meeting under the auspicies of the Hindoo-Muslim Unity Association should have attracted to day so large a gathering of distinguished and influential persons of all classes. This indicates how fully the significance of the attainment of our common ideal is greatly appreciated by all in this country of ours. We have come together in the midst of a lamentable unprecedented calamity, which has assumed world-wide dimensions from which the universe is struggling to free itself. to demonstrate in unequivocal

His Highness delivered at Town Hall Calcutta, his presidential address at the 6th Anniversary meeting of the Hindu muslim unity association which was recieved by me along with a covering letter from the private secretary to His H. the Nawab Bahadur. I hope both these will be read with greet interest by our readers. Any sin cerecriticism will be cordially welcomed.

L. A. Haidari

Private Secretarys office, Murshidabad.

85, Park Street, Calcutta. 12th July, 1943.

To,

Maulana Syed Laka Ali Haidri, Sahib Kibla, Budaun.

Dear Sir,

While acknowledging the receipt of your letter of the 7th instant with hearty thanks I am desired to convey to you that His Highness cherishes your memory with a feeling of great pleasure and he anxiously look forward to the pleasure of meeting you again. I hope you have by this time become quite fit and His Highness will appreciate very much if you kindly send the Urdu translation of the two volumes of 'Mind's Reproduction' for His Highness perusal

A copy of your Magazine "The Islamic world" which you sent here was duly placed before His Highness. His Highness appreciated it very much and he sincerely wishes your magazine a long and successful career. It is hoped that under your able guidance the magazine is sure to create an atmosphere of peace and amity

Hindu Muslim Unity.

As a muslim missionary it is my duty to invite people of different nationalities castes, and creeds to one common brotherhood of Islam which is the religion of the Universe. I have so aften explained, in my lectures and in my writings that Islam means submission and resignation to the will of God and all believers in the Almighty creator of the Universe must try to submit to His Will and this unity among different creatures as far as possible is more or less submission to His will. In the Holy Quran we find "And hold fast the cord of Allah all of you together, and donot disburse." III—98 This supports my above statement. Pakistan scheme, as far as I have studied it, is in no way against Hindu muslim unity. It will I believe, in the long run, if brought into effect, improve the condition of the country and promote brotherly feelings among muslims and non muslims.

At such a critical moment when people desirous of the name and fame of leadership try to disunite people of India, it is most essential to create feelings of fellowship and brother-hood among different nationalities, specially Hindus and Muslims.

But this is not the work of an ordinary man. That requires a great personality with high Education, Culture and Experience of the world and all lovers of unity must support the cause

We are glad to note that His Highness Amir-ul-Omara Sir Wasif Ali Mirza K. C S. I., K. C. V. O the Nawab Bahadur of Murshidabad has been trying his utmost for the Hindu Muslim unity in Bengal. His Highness has been successful to a great extent and we trust prominent influencial persons in other provines too will follow the foot steps of His Highness. On 11th of July last

THE ISLAMIC WORLD

BUDAUN. U. P.

Vol. 7 | **August to October 1943.** | **No. 2—4**

Mr. M. A. Salimin B. Litt. (London) is one of those few persons who have selflessly devoted their whole time for the service of Islam. Being an Arab by descent he has rightly taken up in hand the work of propagation of Islam since he entered in life. During the last 15 years or so Mr. Salimin in addition to his local preaching, discussions, and debates, wrote several books in English which have, so far been widely circulated and have been much appreciated by English knowing Muslims and Non muslims alike. The history and philosophy of Imam Hosen's martyrdom is apparently the latest work of the same learned author. He has most successfully explained all about the martyrdom of Imam Husen and it is hoped that readers will find all necessary information in one volume. It is a library edition, containing 120 pages, cloth bound and has a very attractive title With all these beauties it can be had for Rs. 3/- only postage extra, from Grand Muslim Mission, Mahboob Manzil Paltan Road. Fort Bombay No. 1. Mr. Salimin has all along been contributing to Islamic papers and is a keen supporter of the Islamic World. His contribution, the readers will find on some pages of this issue

L. A. Haidari.